اسلامی قوانین کی دفعہ بندی: ایک ناقدانہ جائزہ

ڈاکٹر نیاز محمد* محمد شعیب**

ABSTRACT:

Codification of Islamic Laws: A Critical Study

The codification of Islamic Laws is a hot issue among the present Muslim scholars. Some Muslim scholars are of the view that Islamic laws should be codified likewise the western laws; while, on the other hand, some other Muslim scholars are of the opinion that such kind of codification is not only against the spirit of *Sharī'ah* but also against the long legal history of Muslims. They support their standpoint with the argument; when Islamic jurisprudence can survive its implementation for centuries without such codification, why it could not be implemented now as it is? Thus codification of Islamic laws in line with the contemporary laws remains an issue of difference among Muslim scholars and consensus has to be developed. The current paper deals with the interpretation of codification in addition to the analysis with arguments of both proponents and opponents, in order to develop possible consensus on the issue.

Key Words: *Islamic Laws; Codification; Fiqh.*

اسلامی قوانین کی دفعہ بندی کا قضیہ معاصر مسلم دانشوروں کے درمیان ایک عرصے سے زیر بحث ہے۔ کچھ اہل علم کا نقطۂ نظر ہے کہ اسلامی قوانین کا مغربی قوانین کی طرح ضابطہ بند (Codified) ہونا ضروری ہے، جب کہ اس کے برعکس اہل علم کی ایک قابل ذکر تعداد کا خیال ہے کہ اس طرح کی دفعہ بندی کا عمل نہ صرف شریعت اسلامیہ کے مزاج اور روح کے خلاف ہے بلکہ مسلمانوں کی طویل قانونی روایت بھی اس اسلوب سے مانوس نہیں۔ اگر ماضی میں صدیوں تک بغیر ضابطہ بندی کے شریعت اسلامیہ نافذ رہ سکتی ہے اور اس کے نتائج اور ثمرات سے انسانیت مستفید ہو سکتی ہے تو آج ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟ اس طرح قوانین اسلامی کی معاصر قوانین کی طرح دفعہ بندی کے قضیے پر فقہ اسلامی کے معاصر ماہرین حتمی اور قطعی طور پر متفق نہیں ہو سکے ہیں۔ اگرچہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ضابطہ بندی کے حامیوں کی تعداد میں اضافہ اور مخالفین کی تعداد میں کمی واقع ہو رہی ہے جس سے یہ طے کیا جا سکتا ہے کہ اہل علم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ضابطہ بندی کی اہمیت کے قائل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

زیر نظر مضمون میں دفعہ بندی کے مفہوم کے ساتھ ساتھ ضابطہ بندی کے مؤیدین و مخالفین کی آراء پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔

دفعہ بندی کی لغوی بحث:

"دفعہ بندی" کی اصطلاح دو الفاظ "دفعہ" اور "بندی" سے مرکب ہے۔ "دفعہ" عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا مادہ (Root) دفع ہے جس کے معنی ہٹانے اور دور کرنے کے ہیں۔[1] قرآن کریم میں بھی "دفع" ہٹانے اور دور کرنے کے معنی میں آیا ہے جیسا کہ

* ڈائریکٹر سینٹر فار ریلیجیس سٹڈیز، کوہاٹ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، کوہاٹ

** پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، سینٹر فار ریلیجیس سٹڈیز، کوہاٹ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، کوہاٹ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ﴾ [2] ﴿اور اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین کا نظام بگڑ جاتا﴾۔

اسی طرح کسی مقام تک پہنچنے کے لئے بھی "دفع" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے مثلاً عربی میں کہا جاتا ہے: طَرِيْقٌ يَدْفَعُ اِلٰى مَكَانٍ كَذَا[3] یعنی ایسا راستہ جو فلاں مقام تک پہنچاتا ہے۔

الدُفْعة (دال کے ضمہ اور فا کے سکون کے ساتھ) کے معنی بارش کی بوچھاڑ اور کسی برتن سے ایک مرتبہ گری ہوئی چیز کی مقدار کے آتے ہیں اور جب الدَّفْعة (دال کے زبر اور فا کے سکون کے ساتھ) ہو تو پھر یہ دفع کا" اسم مرۃ" ہوگا[4] یعنی ہٹانے کے عمل کو تعداد کے ساتھ بتانا مثلاً دَفَعْتُه دَفْعَة (میں نے اس کو ایک مرتبہ ہٹایا) اور دفعتُه دَفعتین (میں نے اس کو دو مرتبہ ہٹایا)۔[5]

معاصر عربی اردو لغت " القاموس الوحید" کے مطابق الدَّفْعَة کا استعمال ان معانی میں بھی ہوتا ہے: دھکا، ادائیگی کی ایک قسط، سامان وغیرہ کی کھیپ، ردّ عمل اور دفعہ (باری)۔[6]

جہاں تک اردو زبان میں لفظ "دفعہ " کے استعمال کا تعلق ہے تو ان مختلف معانی کے لئے اس کا استعمال کیا جاتا ہے: باری یا نوبت، قانونی شق یعنی قانون کا فقرہ یا نمبر، مجموعہ، جماعت اور زمرہ۔ اردو میں کہا جاتا ہے: دفعہ لگانا یا دفعہ عائد کرنا یعنی کسی پر کوئی جرم قائم کرنا۔[7]

دفعہ بندی کی ترکیب میں "بندی" کا استعمال بطور لاحقہ ہوا ہے۔ بطور لاحقہ جب یہ لفظ استعمال ہو تو یہ "کرنے" یا "بنانے" کا مفہوم ادا کرتا ہے جیسا کہ اردو میں کہا جاتا ہے: منصوبہ بندی (منصوبہ بنانا)، پیش بندی (پہلے سے کوئی تدبیر بنانا)۔[8] اس طرح دفعہ بندی کا مطلب دفعہ سازی یعنی دفعات کو بنانا یا تشکیل دینا ہے۔

دفعہ بندی کا اصطلاحی مفہوم:

عربی لغت میں دفعہ کے معنی کو دیکھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی قانونی مفہوم کو بیان کرنے کے لئے عربی میں یہ لفظ استعمال نہیں کیا جاتا تاہم اردو زبان میں قانونی اصطلاح کے طور پر ضرور استعمال ہوتا ہے چنانچہ دفتری، ادبی، فنی اور علمی اصطلاحات پر مشتمل ایک معاصر ڈکشنری " القاموس الجدید" میں دفعہ کا قانون میں استعمال کے تحت اس کے لئے متبادل عربی الفاظ" مادۃ " اور" بند" بتائے گئے ہیں نیز عدالتی زبان میں اس کے استعمال کے جملوں" دفعہ کو حذف کرنا" یا" دفعہ لگانا" کے لئے علی الترتیب" حذف بند او مادۃ" اور" اجراء و تنفیذ احکام مادۃ رقم کذا " ذکر کئے ہیں[9] یعنی یہ جملے اس بات کی توضیح ہیں کہ اردو زبان کے قانونی اصطلاح "دفعہ " کے لئے عربی میں "بند " اور مادۃ " کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

دفعہ کے لئے عربی لفظ بند کا درج ذیل مفہوم بتایا گیا ہے: فِقْرَةٌ كَامِلَةٌ مِنَ الْقَانُوْنِ (ایک مکمل قانونی فقرہ بند کہلاتا ہے) تاہم اس کے ساتھ ہی وضاحت بھی کی گئی ہے کہ (بند) فارسی الاصل لفظ ہے جو عربی میں استعمال ہونے لگا ہے۔[10]

عربی میں "دفعہ " کے لئے لفظ مادۃ کا استعمال بھی کیا جاتا ہے، اس کا مفہوم و معنی مجمع اللغۃ العربیۃ قاہرہ کی مرتب کردہ جدید ڈکشنری میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ مادة الشيء: عناصره التي منها يتكوَّن ...،(ج) موادّ، و مواد القانون:

الجُمَلُ التي تتضمَّن أحكامه[11] (کسی چیز کے عناصر ترکیبی کو اس کا مادہ کہتے ہیں، اس کی جمع " مواد" ہے اور قانونی مواد وہ جملے کہلاتے ہیں جو قانونی احکامات پر مشتمل ہوں)۔ تاہم اس مفہوم کو بتانے سے پہلے یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ مادہ کا یہ قانونی مفہوم اس لفظ کے اصل لغوی وضع کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ یہ مولد یعنی مابعد کے استعمال کے اعتبار سے ہے۔[12]

اس بحث سے معلوم ہوا کہ دفعہ اپنے اصل مادہ (Root) کے اعتبار سے اگرچہ عربی لفظ ہے لیکن عربی میں اس کا استعمال قانونی دفعہ کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی جگہ مادہ یا بند کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، فیروز اللغات میں بھی اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ عربی زبان میں دفعہ کے لئے مادہ اور بند کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن کی جمع بالترتیب مواد اور بُنود آتی ہے۔[13] قوانینِ اسلامی کی دفعہ بندی کی معاصر کوشش مجلة الاحكام العدلية[14] اور الاحكام الشرعية في الاحوال الشخصية[15] دونوں کتابوں میں دفعہ کے لئے مادہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ دفعہ یا دفعہ بندی کی اصطلاح عربی استعمالات میں نہیں, بلکہ اردو استعمالات میں ہے۔

دفعہ بندی کا عمل جدید معاصر مغربی قوانین کے اثرات کے نتیجے میں سامنے آرہا ہے اور اس کے لئے انگریزی میں Codification کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اس لئے مناسب ہو گا کہ دفعہ بندی کے قانونی مفہوم کو سمجھنے کے لئے اس کے بنیادی تصور Codification کی اصطلاح کی وضاحت سامنے لائی جائے۔ Codification کی تعریف درج ذیل الفاظ سے کی گئی ہے:

> Codification is the collection and systematic arrangement, usually by subject, of the laws of a state or country or the statutory provisions, rules and regulations that govern a specific area or subject of law or practice.[16]

یعنی کسی ملک، ریاست یا مجاز ادارے کے قانون کے کسی حصے کو یا قانونی قواعد وضوابط اور قانونی جزئیات (جو ایک ہی نوع سے متعلق ہوں) کو مرتب اور منظم انداز میں مدون کرنے کا نام Codification ہے۔ مزید تشریح میں کہا گیا ہے کہ:

> The term "Codification" denotes the creation of codes which are compilations of written statutes, rules and regulations that inform the public of acceptable and unacceptable behavior.17

" Codification کا مطلب "کوڈ کو وجود دینا" ہے یعنی مختلف قانونی قواعد و ضوابط اور قانونی جزئیات کو ایک مجموعہ کی شکل میں لکھنا تاکہ لوگوں کو قابل قبول اور نا قابل قبول رویوں کے متعلق آگاہی حاصل ہو"۔

Codification کی درج ذیل وضاحت بھی کی گئی ہے:

> Codification is the process of collecting and restating the law of a jurisdiction in certain areas, usually by subject, forming a legal code, i.e. a codex (book) of law.[18]

"کسی ملک یا ریاست کے وہ قانونی قواعد وضوابط اور قانونی جزئیات جو ایک ہی نوع سے متعلق ہوں ان کو مرتب ومدون کرکے نمبر وار لکھنے کا نام دفع بندی ہے"۔

مذکورہ بالا تمام تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہی قسم کے معاملات وامور سے متعلق قانونی قواعد وضوابط کو سہولت کی خاطر منظم ومربوط شکل میں جمع کرنا Codification یا ضابطہ بندی کہلاتی ہے۔

عربی زبان میں دفعہ بندی یا Codification کے لئے تقنین کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اس کا مادہ قَنَنَ یا قَنَّ ہے جس کے معنی نگاہ ڈال کر ڈھونڈنا، خبروں کی تلاش کرنا اور لاٹھی سے مارنے کے ہیں[19]۔ تقنین اسی مادہ سے باب تفعیل کے وزن پر مصدر ہے تاہم قدیم عربی لغت میں اس کا جو معنی اور مفہوم بیان کیا گیا ہے وہ جدید عربی لغت میں بیان کئے گئے مفہوم سے مختلف ہے۔ قدیم عربی لغت میں تقنین کا معنی الضرب بالقِنین سے کیا گیا ہے جس کے معنی طنبور بجانے کے ہیں[20]، یعنی اصل عربی لغت کے اعتبار سے لفظ تقنین دفعہ بندی یا قوانین کی ترتیب وجمع بندی کے لئے استعمال نہیں کیا گیا ہے چنانچہ جدید عربی ڈکشنری "المعجم الوسیط" میں تقنین کے معنی وضع القوانین (قوانین کی تیاری) کے بتائے گئے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی تصریح کی گئی ہے کہ اس مفہوم میں تقنین کا کلمہ مولد ہے یعنی اپنی اصل وضع کے اعتبار سے یہ مفہوم نہیں ہے بلکہ غیر عربی الاصل استعمال ہے۔[21]

ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے تقنین کی درج ذیل الفاظ میں تعریف کی ہے:

> أن التقنين هو أن تُصاغ الاحكام في صُورِ موادٍ قانونية مرتبة مُرقَّمة على غرار القوانين الحديثة من مدنية وجنائية وإدارية، وذلك لتكون مرجعا سهلا محددا يمكن بيسر ان يتقيد به القضاة ويرجع اليه المحامون ويتعامل على أساسه المواطنون.[22]
>
> "تقنین کا مفہوم یہ ہے کہ مختلف احکام (جن کا تعلق خواہ شہری، فوجداری یا دیگر شعبوں سے ہو) کو جدید طرز پر مرتب اور نمبر وار دفعات کی شکل میں مدون کیا جائے تاکہ ان تک رسائی آسانی کے ساتھ ممکن ہو سکے، نیز قاضی، وکلاء اور عام باشندے ان کی بنیاد پر اپنے مقدمات نمٹا سکیں"۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دفعہ بندی (یا ضابطہ بندی، تقنین اور Codification) تینوں اصطلاحات کا مفہوم تقریبا ایک جیسا ہے اگرچہ ان میں سے Codification کی اصطلاح اصل ہے کیونکہ اسلامی فقہ کے متعلق تقنین یا دفعہ بندی کا تصور مغربی قوانین کے Codification کے تصور سے ماخوذ ہے۔

دفعہ بندی کی مشروعیت کے متعلق علماء کی آراء کا جائزہ:

احکام شرعیہ کی دفعہ بندی یا ضابطہ بندی ایک ایسا موضوع ہے کہ اس کی مشروعیت یا عدم مشروعیت نصِ صریح (قرآن وحدیث) سے صراحتاً ثابت نہیں ہے چنانچہ دیگر نئے موضوعات کی طرح اس قضیے کے متعلق بھی معاصر علماء کی آراء مختلف ہیں۔ کچھ علماء اگر معاصر تقاضوں کے تحت اس کو ضروری خیال کرتے ہیں[23] تو بعض دیگر اس کو نہ صرف غیر ضروری قرار دے رہے ہیں بلکہ نقصان دہ سمجھتے ہیں۔[24]

اسلامی قوانین کی دفعہ بندی پر بحث کرتے ہوئے جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن (ریٹائرڈ چیف جسٹس فیڈرل شریعت کورٹ پاکستان) کہتے ہیں:

> اسلامی قانون کتب فقہ میں موجود ہے لیکن جدید عہد کی ضرورتوں کے تحت اس کی دفعہ وار تدوین (ضابطہ بندی) ضروری ہے۔ اس سلسلہ کی سب سے پہلی کوشش ترکی میں کی گئی اور مجلۃ الاحکام العدلیہ 1876ء میں شائع کیا گیا جو سولہ قوانین پر مشتمل ہے جس میں 1858 دفعات ہیں۔ اس کے بعد مصر اور مشرق وسطیٰ کے اکثر اسلامی ممالک میں قانون اسلامی کی دفعہ وار تدوین کے کام کا آغاز ہوا۔ پاکستان

میں بھی اس طرف توجہ کی گئی ہے چنانچہ مجموعہ قوانین اسلام (مؤلف ہذا، شائع کردہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد) اس سلسلہ کی پہلی باضابطہ کوشش ہے جو پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کی طرف ایک مثبت اور ٹھوس عملی اقدام ہے۔[25]

آج کل قوانین اسلامی کی دفعہ وار ضابطہ بندی یا تقنین کا قضیہ سب سے زیادہ سعودی علماء کے درمیان متنازع فیہ ہے، چنانچہ سعودی عرب کے معاصر مشاہیر علم میں سے ایک بڑی تعداد اس کے جواز اور علماء کا ایک مؤثر طبقہ مخالفت کرنے والوں میں شامل ہے تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ملکی سطح پر قائم علماء کی سپریم کونسل "ھیئۃ کبار العلماء" میں حامی علماء کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔[26] ذیل میں اسلامی قوانین کی دفعہ بندی کے حامی و مخالف علماء کے نقطہ نظر کو پیش کیا جاتا ہے۔

قائلینِ ضابطہ بندی کا نقطہ نظر اور دلائل:

قائلینِ دفعہ بندی کے دلائل کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات پیش نظر رہے کہ اسلامی قوانین کی ضابطہ بندی (Codification) کے لئے وہ عام طور پر " تقنین الشریعہ " کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مغربی معاصر قوانین (جو انسانی زندگی کے ایک محدود حصے اور محدود سرگرمیوں کو منظم اور مربوط کرتا ہے) کے مقابلے میں شریعت ایک جامع اصطلاح ہے جو انسانی زندگی کے ہر گوشے کو محیط ہے، اس لئے تقنین شریعت کا وہ یہ مفہوم نہیں لیتے کہ شریعت کے تمام ابواب واحکام اور جملہ تعلیمات کو جدید قوانین کی طرح ضابطہ بند کیا جائے مثلاً عقائد، اخلاق، معاشرتی آداب، تزکیہ اور احسان کہ یہ شریعت اسلامی کے اہم ابواب ہیں لیکن ان میں نہ ضابطہ بندی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی ضابطہ بندی کی کوئی خاص ضرورت اور فائدہ ہوگا۔ اس لئے ان حضرات کی رائے میں قانون اسلامی کی تقنین وتدوین صرف ان معاملات میں ہونی چاہیے جن کا تعلق انسانی زندگی کے ان ظاہری اعمال سے ہے جن میں ریاست یا ریاست کے اداروں کا کوئی مؤثر کردار ہے۔

1۔ عصری ضرورت وداعیہ:

قائلین تقنین احکام شرعیہ کی تقنین کو قرآن وسنت کی جمع وتدوین پر قیاس کرتے ہوئے اپنے موقف پر قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کی جمع وتدوین سے استدلال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات میں قرآن کریم کا نزول تدریجاً ہوتا رہا اور صدری حفاظت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ مختلف کاتبان وحی سے قرآن کریم کو لکھواتے تھے اگرچہ یہ کتابت مرتب ومدون شکل میں نہیں تھی۔ جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی اور خلافتِ ابی بکر صدیقؓ میں مختلف فتنے اٹھے خصوصاً جنگِ یمامہ[27] میں جو حفاظ صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد شہید ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ابوبکر صدیقؓ کو مشورہ دیا کہ اگر اس طرح حفاظ کرام صحابہ شہید ہوتے رہے تو ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم ہم سے ضائع ہو جائے۔ اگرچہ ابتداءً ابوبکر صدیقؓ اس کام کے لئے آمادہ نہ ہوئے اور تردد کی بنیادی وجہ یہ ظاہر کی کہ جو کام آپ ﷺ نے خود نہیں کیا میں وہ کیسے کروں؟ البتہ حضرت عمرؓ کا اصرار تھا کہ قرآن کریم کی جمع وتدوین کی جو ضرورت آج ہے وہ آپ ﷺ کی حیات میں نہیں تھی کیونکہ وحی کا نزول ہوتا رہا اور قرآن کے کسی حصے کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ تھا بالآخر ابوبکر صدیقؓ اس تجویز سے متفق ہوئے اور یوں قرآن کریم کی جمع وتدوین عمل میں آئی۔[28] چنانچہ اس پر تقنین کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ دونوں میں اس لحاظ سے فرق ہے کہ تدوین قرآن صحابہ کرامؓ کا عمل تھا لہذا اس کا اپنا ایک تقدس

اور مقام ہے۔ تقدس کے لحاظ سے تو تقنین کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا البتہ قیاس اس لحاظ سے درست ہے کہ جیسے اس زمانے میں ایک اہم داعیہ اور ضرورت کی بناء پر قرآن کریم کو مدون کر دیا گیا، اسی طرح آج کے دور میں جب اسلامی قوانین ضابطہ بندی کی ضرورت ہے جس کے نتیجے میں مصالح کثیرہ حاصل ہوتے ہیں تو اس پر بھی عمل درآمد ہونا قرین قیاس ہے۔

اسی طرح غزوہ آرمینیا اور آذربائیجان[29] میں جب حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے قرآن کریم کی قراءت کے سلسلے میں مسلمانوں کے اندر شدت اختلاف کو محسوس کیا تو ان کو اس بات کا خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ اختلاف مسلمانوں کے درمیان کسی بڑے اختلاف کا پیش خیمہ بنے۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو مشورہ دیا کہ اس سے بیشتر کہ یہ اختلاف ایک خطرناک صورت اختیار کرے اس کا تدارک فرمائیں تو انہوں نے حرف واحد یعنی لغت قریش پر قرآن کریم کو جمع کرنے اور باقی نسخوں کے جلانے کا حکم دیا۔[30] علامہ ابن قیمؒ حضرت عثمانؓ کے اس کام کے متعلق لکھتے ہیں:

جمع عثمان رضي الله عنه الناس على حرف واحد من الأحرف السبعة التي أطلق لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم القراءة بها، لما كان ذلك مصلحة. فلما خاف الصحابة رضي الله عنهم على الأمة أن يختلفوا في القرآن، ورأوا أن جمعهم على حرف واحد أسلم، وأبعد من وقوع الاختلاف: فعلوا ذلك، ومنعوا الناس من القراءة بغيره.[31]

حضرت عثمانؓ کا مسلمانوں کو حرف واحد پر جمع کرانا باقی حروف پر پابندی لگانا جب کہ آپ □ نے اجازت دی تھی اس مصلحت اور ضرورت کے پیش نظر تھا کہ مسلمانوں کو اختلاف سے بچایا جائے۔

اسی طرح تدوین سنت کا قضیہ بھی ہے کہ پہلے آپ □ نے احادیث لکھنے سے منع فرمایا تھا پھر آپ □ نے خود لکھنے کی اجازت فرمائی اور بعد میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے باقاعدہ اس کی تدوین کا حکم صادر کیا۔ کیونکہ بعد میں ضرورت اور مصلحت اس میں تھی کہ احادیث کی تدوین ہو۔ لہٰذا اس پر تقنین کی ضرورت و داعیہ کو قیاس کیا جا سکتا ہے نیز گزشتہ زمانوں میں تقنین کی ضرورت کا احساس اس لئے بھی نہیں کیا گیا کہ اکثر قُضاۃ مجتہدانہ بصیرت کے حامل افراد تھے۔ وہ پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے استنباطِ احکام پر قدرت رکھتے تھے نیز اقوال مختلفہ میں ترجیح کی صلاحیت رکھتے تھے جب کہ موجودہ زمانے میں ایسا نہیں ہے لہٰذا احکام شرعیہ کو اگر واضح انداز میں دفعہ بند اور مدون کیا جائے تو اس سے ان کے لئے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گی۔

2۔ دفعہ بندی پر مرتب شدہ مصالح کا حصول:

احکام شرعیہ سے مقصود بندوں کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں مصالح کا حصول اور مفاسد کا دفعیہ ہے چنانچہ نصوص میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شارع نے بندوں کو ان احکام کا مکلف بنایا ہے جن میں ان کا نفع ہے اور ان سے منع کیا ہے جن میں مفاسد ہیں۔[32] صحابہ (جو صحبت نبوی □ کی برکت سے شریعت کے اسرار و رموز کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے) استنباط احکام اور استدلال کے وقت ان مصالح کو کثرت سے استعمال کرنے والے تھے۔ ان مصالح عامہ کو مد نظر رکھتے ہوئے انہوں نے ایسے فیصلے کئے جو آپ □ کی زندگی میں ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے آپ □ نے خود نہیں فرمائے تھے مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ کا حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرنا یا حضرت عمرؓ کا مختلف انتظامی شعبہ جات کے ریکارڈ کے دواوین (رجسٹر) کو تیار کرانا، جیل خانے بنانا، مختلف جرائم کے لئے تعزیرات مقرر کرنا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کا اس عورت کو میراث دلوانا جسے شوہر نے میراث سے

محروم کرنے کے لئے اپنے مرض الوفات میں طلاق دی ہو یا حضرت علیؓ کا ابو الاسود الدؤلی[33] کو علم النحو کے قواعد لکھنے کا حکم دینا وغیرہ۔[34]

مذکورہ امور سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کا امیر اور حاکم ایسے اقدامات کرنے کا مجاز ہے جس میں رعایا کے لئے خیر اور مصالح ہوں، چنانچہ اسی مصلحت عامہ کے تحت کئی اسلامی ممالک نے احکام شرعیہ کی ضابطہ بندی کی طرف توجہ دی ہے۔ اسلامی قوانین کی دفعہ بندی سے اسلامی شریعت کے مطابق معاملات کا تصفیہ کرنے میں آسانی اور سہولت پیدا ہوگی۔ چونکہ آج کے دور میں قضاۃ اور وکلاء کی اکثریت کو شریعت سے کماحقہ واقفیت نہیں لہذا احکام شرعیہ کے وسیع ذخیرہ سے جب ان کو ضابطہ بند اور متعین اقوال ملیں گے تو اس سے فیصلے کرنے میں ان کے لئے آسانی ہوگی۔

ان تمام مصالح عامہ کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو یہ تجویز دینا قرین مصلحت نظر آتا ہے کہ وہ ایک ایسی کونسل تشکیل دیں جو علماء، ماہرینِ قانون اور ماہرین معیشت وتجارت پر مشتمل ہو اور جو نئے ابھرتے ہوئے مسائل اور جدید عصری تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے احکام شرعیہ کی دفعہ بندی کا فرض سرانجام دیں۔

3۔ سیاستِ شرعیہ پر اعتماد:

قائلین تقنین کا خیال ہے کہ سیاست شرعیہ کے تحت حاکم کو اس بات کا شرعاً اختیار حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی مصالح کے حصول اور مفاسد کو دفع کرنے کے لئے ضروری اقدامات کر سکتا ہے جیسا کہ علامہ ابن القیم اپنی کتاب میں علی بن عقیل[35] کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> السياسة ما كان فعلا يكون معه الناس أقرب إلى الصلاح، وأبعد عن الفساد، وإن لم يضعه الرسول صلى الله عليه وسلم، ولا نزل به وحي.[36]
>
> سیاست وہ فعل ہے جس کے ذریعے سے لوگ بھلائی کے قریب اور فساد سے دور ہو جاتے ہیں اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے وضع نہ کیا ہو اور نہ وحی کے ذریعے نازل ہوا ہو (بشرطیکہ قرآن و سنت اور شریعت کے مجموعی مزاج کے خلاف نہ ہو)۔

امر سیاسی کی بنا پر ضروری ہے کہ مسلم حکمرانوں کی طرف سے اگر امت کے مصالح کی خاطر تقنین کا عمل ہو تو مسلمانوں پر اس سلسلے میں اپنے اولوالامر کی اطاعت ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يا أيها الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوْا اللّهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُولَ وَأُوْلِيْ الأَمْرِ مِنكُمْ﴾[37] ﴿مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی﴾۔

اسلامی احکام کی ضابطہ بندی ایسا عمل ہے جس کی حرمت یا منع کی کوئی واضح نص موجود نہیں چنانچہ راہنمائی کے لئے فقہ اسلامی کے متفقہ ضابطہ "الاصل في الاشياء الاباحة"[38] کو سامنے رکھا جائے گا۔ اشیاء میں چونکہ اصل اباحت ہے لہذا تقنین کو بھی ایک امر مباح سمجھا جائے گا۔ اسی طرح مسلمانوں کے معاملات کو منظم طور پر چلانے اور ان کے مناقشات کے بہتر اور مبنی بر انصاف حل کے لئے ملک میں ایک عادلانہ نظام کا موجود ہونا ضروری ہے۔ عادلانہ نظام کی موجودگی اسلامی احکام کے نفاذ کے بغیر ممکن نہیں اور اسلامی احکام کے بہتر نفاذ کے لئے ان کو جدید عصری تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرکے ان کی تقنین اور ضابطہ بندی ضروری

ہے۔اب اگر یہ عمل حاکم کے حکم سے ہو تو دوسرے احکامات کی طرح تقنین میں بھی رعایا پر حاکم کی اطاعت ضروری ہے اور قاضی بھی پابند ہے کہ وہ اس کے مطابق فیصلہ دے۔[39]

4۔ جید علمائے معاصرین کے فتاوٰی پر تعامل:

عصر حاضر کے کئی نامور علماء (جن کے علم پر بہت سارے جدید مسائل میں اعتماد کیا گیا ہے اور جن کا عالم اسلام میں ایک منفرد و اعلیٰ مقام ہے) نہ صرف تقنین کے جواز کے قائل ہیں بلکہ اس کو ضروری سمجھتے ہیں۔[40] ان میں سے بعض علماء کرام کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

ا۔ شیخ ابو زھرہ[41]: احکام شرعیہ کے ضابطہ بندی کے شدت سے قائل ہیں، ان کا خیال ہے کہ چونکہ اسلامی قوانین کی دفعہ بندی سے مصالح کثیرہ وابستہ ہیں لہذا اسلامی ممالک کے حکمرانوں پر یہ لازم ہے کہ فقہاء اور ماہرین قانون پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دیں اور احکام شرعیہ کو ضابطہ بند کر لیں اور جس میں قاضی صاحبان کے لئے کم از کم اختیار کی گنجائش رکھی گئی ہو۔ان کے خیال کے مطابق تقنین میں کوتاہی کا منطقی نتیجہ اسلامی ممالک کے عدالتی نظام میں غیر اسلامی قوانین کے اثر ونفوذ کی شکل میں نکلے گا لہذا تقنین کے عمل میں کسی بھی کوتاہی سے تمام تر گریز کیا جائے۔[42]

شیخ ابو زہرہ کے علاوہ ڈاکٹر یوسف قرضاوی[43]، شیخ مصطفی الزرقا[44]، ڈاکٹر عبدالکریم زیدان[45] اور استاد احمد عبدالغفور عطار[46] جیسے کبار علماء بھی ذکر کردہ دلائل کی بنیاد پر احکام شرعیہ کی تقنین کو ضروری خیال کرتے ہیں۔[47]

دفعہ بندی کے عدم مشروعیت کے قائلین علماء اور ان کے دلائل:

کچھ اسباب اور خدشات ایسے ہیں جن کی بنا پر کئی علماء کرام احکام شرعیہ کی دفعہ بندی کو نہ صرف غیر ضروری سمجھتے ہیں بلکہ نقصان دہ قرار دے رہے ہیں[48]۔ان کا خیال ہے کہ دفعہ بندی کی بجائے شریعت اسلامی کو غیر مدون رہنے دیا جائے تاکہ قاضی، وکلاء اور قانون کے طلباء کے سامنے براہ راست فقہ اسلامی کا پورا ذخیرہ دستیاب ہو اور کسی لگی بندھی دفعات کی پابندی کی بجائے بحیثیت مجموعی پورے سرمایہ سے استفادہ کریں۔ان کے دلائل وخدشات درج ذیل ہیں:

ا۔ قائلین ضابطہ بندی کے برعکس ان کا مؤقف یہ ہے کہ حاکم کی اطاعت اس صورت میں ضروری ہے جب وہ کسی ایسی بات کا حکم دیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو تو گویا یہ حقیقت میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے لیکن اس کے برعکس اگر وہ کسی ایسی بات کا حکم دے جو اللہ اور رسول کی نافرمانی پر مشتمل ہو تو پھر ان کے ایسے حکموں کی اتباع قطعاروا نہیں۔ اسلامی قوانین کی دفعہ بندی میں اولوا الامر کی اطاعت ضروری سمجھنے کا مطلب اللہ اور رسول کے حکم کے بجائے تقنین کرنے والوں کے عمل کی اتباع ہے جسے روا قرار نہیں دیا جاسکتا۔[49]

جہاں تک اسلامی قوانین کی معاصر دفعہ بندی کو حضرت عثمانؓ کے فعل (قرآن کریم کے حرف واحد پر امت کو جمع کرنے) پر قیاس کرنے کا تعلق ہے تو یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ حضرت عثمانؓ نے جس مصحف پر لوگوں کو جمع کیا تھا وہ سو فی صد ٹھیک ہے اس میں کسی خطا کے امکان کا سوچا نہیں جاسکتا جب کہ احکام اجتہادیہ (جن کو تقنین کے بعد لازمی قرار دیا جائے گا) میں خطا کا یقینی امکان باقی رہے گا۔ نیز حضرت عثمانؓ نے صحابہ کے اتفاق سے امت کو ایک قراءت پر جمع کرکے اس کا نفاذ کیا گیا تھا جب کہ تقنین میں

صرف ایک فرد کی رائے یا قول کو لازمی قرار دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ آراء کو ترک کر دیا جاتا ہے لہٰذا معاصر تقنین اور حضرت عثمان کا امت کو ایک قراءت پر جمع کرنے میں کوئی یکسانیت نہیں کہ اس پر تقنین کو قیاس کیا جائے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ حرف واحد پر امت کو جمع کرکے باقی قراءات منسوخ نہیں ہوئیں بلکہ موجودہ قراءت کی طرح وہ بھی جائز العمل ہیں جب کہ دفعہ بندی کے نتیجے میں ایک قانونی رائے کو اختیار کیا جاتا ہے باقی پر عمل ترک کر دیا جاتا ہے۔

مخالفینِ ضابطہ بندی کا یہ بھی خیال ہے کہ احکام شرعیہ کی دفعہ وار تدوین کو اتنی اہمیت دینا خواہ مخواہ مبالغہ آرائی ہے جس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ شریعت اسلامیہ مدون ہے، یہ اپنے اندر اتنی وسعت اور جامعت رکھتی ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ جو بھی نئے مسائل ابھرتے رہیں، فقہی اصول و قواعد کی روشنی میں ان کا حل نکالا جاسکتا ہے۔ فقہ اسلامی کا کوئی باب ایسا نہیں جس پر فقہاء نے سر توڑ کوششیں نہ کی ہوں اور اپنے تحقیق کے جوہر نہ دکھائے ہوں لہٰذا فقہ اسلامی پر صدیوں تک اگر دفعہ وار تدوین کے بغیر مکمل خوش اسلوبی سے عمل ہوتا رہا تو آج بھی ایسا کرنا ممکن ہے۔ رہی یہ بات کہ غیر مسلم اقوام نے اپنے قوانین کو ضابطہ بند کیا ہے تو اس کی بنیادی وجہ ان ممالک کے قوانین کے مصادر و مآخذ کا باہم اختلاف ہے کہ ہر ملک کے اپنے الگ الگ قوانین ہیں چنانچہ اس اختلاف سے بچنے کے لئے انہوں نے ایسا کیا ہے۔ جب کہ فقہ اسلامی کسی جغرافیائی حدود کی بندش کے بغیر تمام اسلامی ممالک میں یکساں دستیاب و موجود ہے۔[50]

دفعہ بندی کے مخالف علماء اس عمل کو خود اسلامی قوانین کے حق میں بھی نقصان دہ سمجھتے ہیں، اس سلسلے میں وہ اپنے درج ذیل خدشات پیش کرتے ہیں:[51]

ا۔ قانون پر جمود کا طاری ہونا:

ایک مدون قانون کو نافذ کرنے اور اسے عدالتوں کے لئے واجب التعمیل قرار دینے کی صورت میں شرعی احکام کی جگہ انسانوں کے مرتب کردہ قوانین کو دے دی جائے گی۔ اس کے مقابلے میں ضابطہ بندی سے آزاد ایک غیر مرتب اور غیر مدون قانون کی صورت میں قاضی اور وکیل کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ شریعت کے مآخذ کی طرف براہ راست رجوع کریں اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے صحیح منشأ کے مطابق قانون کی تعبیر و تشریح کریں لیکن اگر اس پورے ذخیرے کے مقابلے میں انسانوں کی چند مرتب کی ہوئی عبارتوں اور قوانین کو لازمی قرار دیا جائے تو اس سے نہ صرف قانون بلکہ قانون سازی کے عمل پر بھی جمود طاری ہو جائے گا کیونکہ دفعہ جاتی تدوین کی صورت میں احکام شرعیہ رسمی قاعدوں اور مواد میں ضابطہ بند ہو جائیں گے۔ اس طرح نئے ابھرتے مسائل یا نئی پیش آمدہ ضرورتوں کی صورت میں (قاضی اگر حالات و ظروف کو دیکھ ایک مناسب فیصلہ کر سکتا تھا اس ایک حتمی قاعدے کی موجودگی میں) ایسا نہیں کر سکے گا۔ نیز وقتاً فوقتاً معاشرہ میں جو تغیرات اور تبدیلیاں آتی رہیں گی، ضابطہ بند اور دفعہ بند ہونے کی صورت میں اسلامی قوانین ان تغیرات کو قبول نہ کر سکیں گے، اس طرح کی جدید تدوین کے بعد ضابطہ بند احکام کی موجودگی میں پورے فقہی سرمایہ پر ایک جمود طاری ہو جائے گا۔[52]

۲۔ اجتہاد کا رُک جانا:

اس بات کا امکان ہے کہ جب ایک مرتبہ قوانین مدون ہو جائیں اور عدالتیں اس کی پابند ہو جائیں تو اجتہاد کا عمل بھی کمزور ہو

گا کیونکہ قرآن کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ کے نصوص پر بار بار غور کرنے سے اجتہاد کے عمل میں ترقی ہوتی ہے۔اس سے فقہاء کا ذہن نئے حقائق اور نئی نئی جہتوں کی طرف منتقل ہوتا ہے جس سے اجتہاد کے عمل میں تیزی آتی ہے۔ لیکن جب غور وخوض کا یہ عمل انسانوں کے مرتب کردہ قوانین پر مرکوز ہو جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اجتہاد کا وہ عمل جاری نہیں رہ سکے گا جو قرآن وسنت کے نصوص کی مرکزیت کی صورت میں جاری رہتا۔فقہ اسلامی کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ فقہ اسلامی پر جب بھی جمود کا دور آیا اس کی بنیادی وجہ اجتہاد کے عمل میں کمزوری تھی۔یہی وجہ ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے قاضی میں اجتہادی بصیرت کو سراہا گیا ہے اگرچہ ضرورت کے تحت غیر مجتہد قاضی کا بھی تقرر کیا جا سکتا ہے۔[53]

۳۔ عدالتی نظام کو بہتر طور پر چلانے اور ظروف واحوال کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب فیصلہ کرنے کے لئے شریعت اسلامیہ قاضی کو ایک خاص حد تک آزادی دیتی ہے کہ فقہ اسلامی کے ذخیرہ میں ائمہ کرام اور فقہاء کے جو قیمتی اقوال ہیں، قاضی اپنی فہم وبصیرت کے مطابق جو قول موقع ومحل کے مطابق ہو ،اس کو اختیار کرکے اپنے فیصلے کی بنیاد بنادے۔ جب کہ دفعہ جاتی تدوین کا عمل واضح طور پر اس اختیار کی نفی کرتا ہے بلکہ قاضی کو پابند بناتا ہے کہ وہ دفعہ بند حکم سے انحراف نہ کرے۔[54]

۴۔لوگوں کے مختلف حالات واقدار اور روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے شریعت عرف وعادات کا بھی اعتبار کرتی ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے مقاصد کے ساتھ ہم آہنگ ہوں،چنانچہ بہت سارے فیصلے ایسے ہوتے ہیں جن میں عرف کا اعتبار کیا جاتا ہے جب کہ ضابطہ بندی کی صورت میں یہ گنجائش نہ ہو گی۔نیز جدید طرز پر دفعہ وار تدوین کے عمل میں مغربی قوانین کی تقلید اور پیروی کی قباحت بھی ہے لہذا ان خدشات کی بنا پر تقنین سے اجتناب ہی بہتر ہے۔[55]

خلاصہ بحث:

فریقین کے مؤقف اور دلائل میں غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایک فریق نے جن دلائل کی بنیاد پر تقنین کا اثبات کیا ہے مخالف فریق نے ان کو رد کرنے کے ساتھ ساتھ تقنین کے نقصانات بھی ذکر کئے ہیں۔جہاں تک فوائد اور نقصانات کا تعلق ہے تو تقریباً ہر چیز کے فوائد کے ساتھ ساتھ اس میں کچھ خامیاں بھی ممکن ہو سکتی ہیں لیکن اسلامی قوانین کی ضابطہ بندی کے مخالفین نے جن خدشات کا ذکر کیا ہے وہ اتنے وزنی معلوم نہیں ہوتے جن کا تدارک اور ازالہ نہ کیا جا سکتا ہو۔جب ایک مرتبہ تقنین کا عمل منظم بنیادوں پر شروع کیا جائے تو جو لوگ اس کام کے ذمہ دار ہوں وہ تقنین کے عمل کے بعد (اگر اس میں حک و اضافے کی ضرورت پڑے تو) معاصر قوانین کی طرح اور فقہ اسلامی کے تغیرِ زمان ومکان اور عرف کے اصول کی بنیاد پر ان میں بھی حسب ضرورت تغیر، تبدل اور ترمیم کر سکیں گے۔

جہاں تک ضابطہ بندی کے نتیجہ میں اجتہاد کے عمل کے کمزور ہونے کا خدشہ ہے اس سے اتفاق اس لئے نہیں کیا جا سکتا کہ تقنین کا مطلب یہ نہیں کہ قدیم کتابوں میں جو کچھ ملتا ہے اس کو دفعہ وار ایک دو تین نمبر ڈال کر مرتب کیا جائے بلکہ اس کا مطلب فقہ پر ایک نئی اجتہادی بصیرت کے ساتھ نگاہ ڈالنا، احکام فقہ کو دورِ جدید سے ہم آہنگ کرنا اور دور جدید کے معاملات کو اس طرح مرتب کرنا ہے کہ یہ سارا عمل شریعت کے بنیادی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے۔یہ کام اس قدر احتیاط، تدبیر اور حکمت کے ساتھ کرنا کہ وکلاء، قانون دان اور جج حضرات اگرچہ فقہی سرمایہ پر کماحقہ نظر نہیں رکھتے لیکن اسلامی قوانین کی اس مؤثر دفعہ

بندی کی بدولت انہیں کوئی حرج اور مشکل آڑے نہ آئے۔ آج ہمیں تدوین نو کے اس عمل میں فقہ اسلامی کی بنیادی روح یُسر اور رفع حرج سے کام لینے کی ضرورت ہے اس سے نہ صرف فوائد اور مصالح کثیرہ حاصل ہوں گے بلکہ یہ عدالتی نظام میں احکام شرعیہ کے نفاذ کی طرف بھی ایک مثبت قدم ہو گا۔

حواشی وحوالہ جات

---

1 ابن منظور، محمد بن مکرم. لسان العرب. ط۱: ۱۴۱۴ھ, دارالکتب العلمیۃ، بیروت, مادہ دفع، ۸/۱۰۳

2 القرآن الکریم, سورۃ البقرۃ ۲: ۲۵۱

3 زیات، احمد حسن وابراہیم مصطفی ودیگر. المعجم الوسیط. مکتبہ نعمانیہ، پشاور، ذیل مادہ "دفع"، ص ۳۳۲

4 فعلۃ کا وزن کسی کام کے ایک مرتبہ کرنے کے اظہار کے لئے آتا ہے جیسے غدوۃ (ایک مرتبہ صبح کے وقت نکلنا) اور روحۃ (ایک مرتبہ رات کے وقت نکلنا)۔

5 لسان العرب. مادہ دفع، ۸/۱۰۸

6 کیرانوی، وحید الزمان. القاموس الوحید (عربی اردو لغت). ط۱۰۰۲:۱ء، ادارہ اسلامیات، لاہور، کراچی، ص ۵۳۱

7 کیرانوی, الحاج مولوی فیروزالدین. فیروز اللغات اردو. ط۱: ۲۰۰۵ء، فیروز سنز، لاہور، مادہ دفع، ص ۶۶۸

8 ایضاً، مادہ بند، ص ۲۳۱

9 القاموس الجدید تقریبا ساٹھ ہزار اردو الفاظ اور ان کے ہم معنی عربی الفاظ، محاورات وضرب الامثال، دفتری، ادبی، فنی اور علمی اصطلاحات پر مشتمل اردو عربی لغت ہے جس کے مؤلف مولانا وحید الزمان رحمہ اللہ قاسمی کیرانوی (دارالعلوم دیوبند انڈیا کے استاذ ادبِ عربی) ہیں۔ [کیرانوی, وحید الزمان. القاموس الجدید. ط:۱۹۹۰ء، ادارہ اسلامیات, کراچی، لفظ "دفعۃ"، ص ۳۳۴]

10 المعجم الوسیط "البند"، ص ۱۰۴

11 ایضاً، زیر بحث: المادۃ، ص ۹۱۱

12 المعجم الوسیط میں مادہ کا یہ مفہوم لکھتے ہوئے (مو) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ڈکشنری کے مقدمہ کے مطابق ڈکشنری "مو" کا رمز مولد الفاظ کے استعمال کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو: [کتاب المقدمہ، ص ۱۶]

13 فیروز اللغات، مادہ دفع، ص ۱۲۴۱

14 مجلۃ الاحکام العدلیۃ: یہ سترہ ابواب پر مشتمل تجارتی قوانین کا ایک مجموعہ ہے جن کی بنیاد فقہ حنفی ہے۔ اس کے آغاز میں ۹۹ قواعد فقہیہ شامل کئے گئے ہیں۔ سلطنت عثمانیہ میں ماہرین قانون، علماء اور فقہاء کے ایک کمیشن کے زیر نگرانی اس کی ترتیب اور تدوین ہوئی اور ۱۸۵۶ء میں ان قوانین کو نافذ بھی کیا گیا۔ یہ فقہ اسلامی کی تاریخ کا پہلا مدون (Codified) قانون ہے۔
[www.legal-dictionary.thefreedictionary.com/majaltulahkamashria, by renowned authorities Gerald and Kathleen Hill ماخوذ: ۲۸، اکتوبر ۲۰۱۳]

15 الاحکام الشرعیۃ فی الاحوال الشخصیۃ: محمد قدری باشا المصری الحنفی (م ۱۳۰۶ھ) کی تصنیف ہے۔ ۱۹۲۰ء میں تیسری دفعہ چھپی ہے۔ [البغدادی، إسماعیل بن محمد أمین. إیضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون. ط: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۳/۳۵]

---

[16] www.legal-dictionary.thefreedictionary.com/codification, by renowned authorities Gerald and Kathleen Hill ماخوذ: ۲۸، اکتوبر ۲۰۱۳

[17] ایضاً، ماخوذ: ۲۸، اکتوبر ۲۰۱۳

[18] www.wikipedia.org/wiki/codification [ماخوذ: ۲۸، اکتوبر ۲۰۱۳]

[19] لسان العرب. مادہ قنن, ۱۳/۴۲۸

[20] طنبور: یا طنبورہ اصل میں تنبور یا تنبورہ ہے۔ یہ ایک خاص قسم کا باجا ہے جس میں ستار کی طرح تین تار ہوتے ہیں۔[فیروز اللغات اردو، مادہ تنبور، ص ۴۱۱]

[21] الزیات, احمد وغیرہ. المعجم الوسیط. ط: مؤسسۃ الصادق للطباعۃ والنشر، ایران، مادہ: قنن، ص ۸۱۳

[22] القرضاوی, الدکتور یوسف. مدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیۃ. مکتبہ وھبہ، القاہرہ، ص ۲۹۷

[23] قائلین تقنین میں سے بعض حضرات کے نام اور ان کے کتابوں کا حوالہ ذیل میں دیا جاتا ہے: محمد ابو زہرہ نے اپنی کتاب تقنین الاحکام فی البلاد السعودیۃ میں؛ علامہ شیخ مصطفیٰ الزرقاء نے اپنی کتاب المدخل الفقہی العام میں؛ علامہ یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب الفقہ الاسلامی بین الاصالۃ والتجدید میں؛ الشیخ احمد محمود شاکر نے اپنی کتاب حکم الجاہلیۃ میں؛ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے اپنی کتاب جھود تقنین الاحکام الفقہی میں؛ ڈاکٹر محمد عبد الجواد نے اپنی کتاب التطور التشریعی میں؛ الاستاذ احمد عبد الغفور نے اپنی کتاب انحسار تطبیق الشریعۃ میں اور ڈاکٹر محمد زکی عبد البر نے اپنی کتاب الفقہ الاسلامی میں تقنین کے جواز کی طرف اپنا رجحان ذکر کیا ہے۔

[24] تقنین کے عدم قائلین میں سے بعض حضرات اور ان کی کتابوں کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے: الشیخ بکر بن عبد اللہ ابو زید نے اپنی کتاب فقہ النوازل میں؛ شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن بن بسام نے اپنی کتاب تقنین الشریعۃ اضرارہ ومفاسدہ میں؛ شیخ العلال الفاس نے اپنی کتاب دفاع عن الشریعۃ میں؛ ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی نے اپنی کتاب اللامذہبیۃ اخطر بدعۃ تہدد الشریعۃ الاسلامیۃ میں اور ڈاکٹر محمد سعید العشماوی نے اپنی کتاب الاسلام السیاسی اور الشریعۃ الاسلامیۃ والقانون المصری میں عدم جواز کا رجحان پیش کیا ہے۔

[25] جسٹس، ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن. قانونی لغت. ط: ۲۰۰۸ء، پی ایل ڈی پبلیشرز، لاہور، ص ۱۱۴

[26] سعودی ہیئۃ کبار العلماء میں سے ڈاکٹر صالح بن عبد اللہ حمید، شیخ عبد العزیز بن محمد بن ابراہیم اور ڈاکٹر عبد الرحمٰن القاسم شامل ہیں جب کہ عدم جواز کے قائلین میں شیخ صالح بن عضون، شیخ عبد الحمید بن حسن، شیخ عبد اللہ خیاط، شیخ عبد اللہ بن منیع، شیخ محمد بن جبیر اور شیخ راشد بن خنین شامل ہیں۔[تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مجلۃ أضواء الشریعۃ، کلیۃ الشریعۃ الریاض. زیر عنوان: احکام الشریعۃ بین الطبیق والتدوین، عدد ۴، ص ۳۳؛ مجلۃ المنار. مجلۃ ۱۶، ۴/ ۲۷۰، بحوالہ الحکم القضائی فی الشریعۃ والقانون، دار النفائس، الاردن، ص ۲۸۴؛ الشثری، عبد الرحمن بن سعد. حکم تقنین الشریعۃ الاسلامیۃ. ط: ۲۰۰۹، دار الکتب والوثائق الومیۃ، مصر]

[27] یمامہ: یہ وہ غزوہ ہے جو سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف کیا گیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے سپہ سالار خالد بن ولیدؓ تھے۔[القرشی، أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر البصری الدمشقی (م ۷۷۴ھ). البدایۃ والنہایۃ. ط ۱: ۱۹۸۸ء، دار إحیاء التراث العربی، بیروت, ۶/۳۳۵]

[28] السیوطی، الحافظ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر (م ۹۱۱ھ). الاتقان فی علوم القرآن. ط: ۱۹۹۸ء، دار الجیل، بیروت، ۱/۱۳۹؛ الزرقانی، الشیخ محمد عبد العظیم. مناہل العرفان فی علوم القرآن. ط ۱: ۱۹۹۸ء، دار احیاء التراث، بیروت، ۱/۱۸۰

[29] غزوہ ارمینیا و آذر بائیجان: یہ وہ غزوہ ہے جو محمد بن مروان نے 84ھ میں کیا تھا اس میں بہت سارے لوگ مارے گئے تھے اور کافی نقصان پہنچا تھا۔ اسی غزوہ کی وجہ سے اس سال کو سنۃ الحریق کہا جاتا ہے۔[البدایۃ والنہایۃ، ۹/ ٦۴]

[30] الاتقان فی علوم القرآن، ص۱۳۹

[31] الجوزی، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن القیم (م ۷۵۱ھ). الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ. ط: دار علم الفوائد للنشر والتوزیع، ص۴۷۔۴۸

[32] خلاف, عبد الوھاب. مصادر التشریع فیما لا نص فیہ. ط: دار القلم، الکویت، ص۸۵

[33] ابو الاسود الدؤلی: پورا نام ظالم بن عمرو بن سفیان تھا۔ جنگ صفین میں بھی علیؓ کے ہمراہ تھے۔ بڑے تابعین میں سے ہیں۔ رائے اور عقل کے اعتبار سے اکمل تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ کے حکم سے سب سے پہلے علم النحو کی بنیاد ڈالی۔ شاعر بھی تھے۔ بصرہ میں طاعون کی مرض سے ٦۹ھ کو ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائے۔[ابن خلکان، أبو العباس أحمد بن محمد. وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان. ط۷: ۱۹۹۴ء، دار صادر، بیروت]

[34] اعلام الموقعین، ۴/ ۳۸۲

[35] علی بن عقیل. أبو الوفاء علي بن عقیل بن محمد بن عقیل بن عبد اللہ البغدادي الظفري، حنابلہ کے شیوخ میں سے تھے۔ ۴۳۱ھ کو پیدا ہوئے۔ انتہائی ذہین متکلم اور صاحب تصانیف تھے۔ فقہ حنابلہ میں فصول نامی کتاب دس جلدوں میں لکھی۔ ۵۱۳ھ کو وفات پائی۔[الذہبي، شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان (م ۷۴۸ھ). سیر اعلام النبلاء. ط۱: ۲۰۰٦ء، دار الحدیث، القاہرۃ، ۱۴/ ۳۳۲]

[36] الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، ۱/ ۲۹

[37] القرآن الکریم، سورۃ النساء ۴: ۵۹

[38] السیوطی, جلال الدین. الاشباہ والنظائر. ط۱: ۱۴۱۱ھ, دار الکتب العلمیۃ، ۱/ ٦۰

[39] الشریف, الدکتور عبد السلام محمد. السیاسۃ الشرعیۃ. ط: منشورات جامعہ قاریونس، لیبیا، بنغازی، ص ٦۳

[40] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مجلۃ المنار، مجلۃ 16، ۲/ ۷۰ /۴ ، بحوالہ الحکم القضائي في الشریعۃ والقانون، ابو البصل عبد الناصر، ص ۲۸۴

[41] ابوزھرۃ: (م ۱۹۷۴ء) پورا نام محمد بن أحمد أبو زہرۃ ہے، اپنے زمانے کے شریعت اسلامی کے بڑے علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا ۔۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۵ء تک مدرسہ القضاء الشرعی میں پڑھا اور پھر تین سال تک وہاں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ مختلف فنون میں 40 سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ قاہرہ میں وفات پائی۔[الاعلام، الزرکلی، ۲٦/ ۲]

[42] مجلۃ المنار، مجلۃ: ۱٦، ۴/ ۲۷۰، بحوالہ الحکم القضائي في الشریعۃ والقانون، ص ۲۸۴

[43] یوسف قرضاوی. عالم اسلام کے ممتاز عالم دین، اخوانی فکر کے حامل، صدر عالمی اتحاد برائے علماء، ۹ ستمبر ۱۹۲٦ء کو مصر میں پیدا ہوئے۔ یوسف القرضاوی اخوان المسلمون کے بانی امام حسن البنا اور ابن تیمیہ کے عقیدت مند تھے۔ پچاس سے زائد کتابیں لکھیں۔ [یوسف القرضاوی-http://ur.wikipedia.org/wiki ماخوذ: ۱۹/ نومبر ۲۰۱۳]

[44] احمد مصطفی الزرقاء: ۱۹۰۴ء کو سوریا کے شہر حلب میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے فقہ کے علماء میں سے ایک بڑے عالم تھے۔ اصلاح معاشرہ کے لئے بہت کام کیا۔ شرح القانون المدني السوري کے نام سے قانون کے بارے میں کتاب لکھی۔ اس کے علاوہ بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ فتاوی مصطفی الزرقا کے نام سے ایک مجموعہ فتاوی بھی موجود ہے۔ ۳ جون ۱۹۹۹ء کو وفات پائی۔

[مصطفی-الرزقا/http://ar.wikipedia.org/wiki ماخوذ: ۱۹/نومبر ۲۰۱۳]

45 عبدالکریم زیدان. ۱۹۱۷ء میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ عراق کے اہل سنت والجماعت کے علماء میں سے ہیں۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد یمن گئے اور وہاں پر مختلف جامعات میں کام کیا۔ ۱۹۶۲ء میں جامعہ قاہرہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ کئی کلیات اور جامعات میں تدریس کی خدمات سرانجام دی ہیں۔ تقریباً دس کتابیں تحریر کیں۔ [عبدالکریم-زیدان/http://ar.wikipedia.org/wiki ماخوذ: ۱۹/نومبر ۲۰۱۳]

46 استاد احمد عبدالغفور عطار: ایک سعودی شاعر اور ادیب تھے۔ ۱۳۳۵ھ کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے مشہور کتابوں میں آداب المتعلمین ، الأناجيل المختارة ، الزحف على لغة القرآن الكريم، كلام في الأدب، آراء في اللغة اور تهذيب الصحاح للزنجاني شامل ہیں۔ 1411ھ کو وفات پائی۔ [الادیب-الصفحی-احمد-عبدالغفور عطار/http://ikhwanwiki.com ماخوذ: ۱۹/نومبر ۲۰۱۳

47 مجلة المنار، مجلة: ۱۶، ۴/۲۷۰، بحوالہ الحکم القضائی فی الشریعة والقانون، ص ۲۸۴]

48 تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مجلة البحوث الاسلامية. ادارات البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد، شمارہ نمبر: ۳۳، ص ۲۹ ومابعدہ

49 تقنین الشریعة الاسلامية، ص ۲۳

50 الاشقر، الدکتور عمر. تاریخ الفقہ الاسلامی، ص ۲۰۲

51 تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تقنین الشریعة الاسلامية، ص ۳۳-۴۲

52 المرجع السابق، ص ۱۰۲

53 ایضاً

54 حکم تقنین الشریعة الاسلامية، ص ۳۳

55 ایضاً، ص ۴۲